بلوچستان صوبائی اسمبلی

سرکاری رپورٹ/گیارھواں اجلاس

مباحثات 2009ء

﴿اجلاس منعقدہ 27/مارچ 2009ء بمطابق 29/ربیع الاوّل 1430ھ بروز جمعہ۔﴾

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	2
2	وقفہ سوالات۔	2
3	دعائے مغفرت۔	3
4	رخصت کی درخواستیں۔	3
5	تحریک التوا نمبر 3 منجانب شیخ جعفر خان مندوخیل۔	6
6	قانون سازی۔	13
	(i) گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء)۔	
	(ii) بلوچستان قوانین اراضی کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء)۔	
7	مشترکہ قرارداد نمبر 28 منجانب محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ)۔	19
8	مشترکہ قرارداد نمبر 29 منجانب محترمہ نسرین رحمٰن کھیتران۔	23

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 27/مارچ 2009ء بمطابق 29/ربیع الاوّل 1430ھ بروز جمعہ بوقت شام پانچ بجکر پچیس منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سید مطیع اللہ آغا بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ صدق اللّٰهُ الۡعَظِيۡم۔

﴿ پارہ نمبر ۲۴ سورۃ حٰم السجدہ آیت نمبر ۲۹ اور ۳۰ ﴾

ترجمہ: اور کافر لوگ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں جنوں انسانوں (کے وہ دونوں فریق) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (تاکہ) ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں تاکہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہوجائیں۔ (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھراسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ تھا۔ وَمَا عَلَيۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ۔

وقفہ سوالات

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب! اپنا سوال نمبر دریافت فرمائیں۔

سردار محمد اسلم بزنجو (وزیر آبپاشی وبرقیات): جناب سپیکر پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی سردار صاحب!

وزیر آبپاشی وبرقیات: جناب سپیکر صاحب! آج جمعہ کے دن جمرود کی ایک مسجد میں خودکش دھماکہ ہوا ہے جس میں تقریباً 70 آدمی شہید ہوئے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ان کے لئے

دعا مغفرت کی جائے اور جو واقعہ پیش آیا ہے ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور وہ بھی مسجد کے اندر ہوا ہے۔

(دعا مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب! اپنا سوال نمبر دریافت فرمائیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! سوال نمبر 83۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مولوی عبدالواسع صاحب! مولوی صاحب نہیں ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! اس پر میں ذرا protest کرتا ہوں کہ محترم وزراء صاحبان ہمارے سوالات کے جوابات ٹائم پر نہیں دیتے ہیں آپ سیکرٹری اسمبلی سے پتہ کرلیں کہ آپ نے کس وقت بھیجے ہیں؟ مقصد یہ ہے وہ جواب نہیں دینا چاہتے ہیں تاکہ اسمبلی کا کوئی چیک اُن کے اوپر نہ رہے سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ property اس House کا بنانا اور اسمبلی کا کوئی چیک ان کے اوپر رکھنا اگر کوئی غلطی ہو تو اسمبلی کے سامنے آجانا وہ قصداً نہیں دیتے ہیں آپ لوگوں کی جماعت کے وہ پارلیمانی لیڈر بھی ہیں۔

حاجی عین اللہ شمس (وزیر صحت): جناب سپیکر صاحب! میں جعفر صاحب کے بارے میں وضاحت کروں وہ خود سوالات کرتے ہیں اور پھر سوالات والے دن وہ خود بھی نہیں آتے ہیں جس دن میرے سوالات کا دن تھا تو وہ خود غیر حاضر تھا ایک دفعہ تو وہ سارے ڈیپارٹمنٹس پر سوالات کرتا ہے اور پھر وہ خود غیر حاضر رہے ذرا وہ اپنے اوپر بھی خیال رکھیں ہمارے پارلیمانی لیڈر کی وہ بات نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ سوال نمبر 89-84-83 آئندہ اجلاس کے لیے مؤخر کئے جائیں اب سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: محمد اسماعیل صاحب گجر وزیر کوئٹہ سے باہر ہیں۔ وزیر موصوف نے 4/اپریل تک اجلاسوں سے رخصت کی درخواست دی ہے۔

انجینئر زمرک خان وزیر' کوئٹہ سے چمن شاہراہ گزشتہ تین دن کی ہڑتال کی وجہ سے بند ہے وزیر صاحب مذکورہ عوامی مسئلہ کو حل کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آج کے اجلاس سے رخصت دی ہے۔

میر حمل کلمتی صاحب وزیر، کراچی جانے کی وجہ سے 27 تا 30/مارچ تک کے اجلاسوں سے رخصت کی درخواست دی ہے۔

سردار مسعود علی خان لونی وزیر ذاتی مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے 27/مارچ تا 4/اپریل تک کے اجلاسوں کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟

(رخصت منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: وقفہ سوالات ختم اب شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب اپنی تحریک التوا۔۔۔۔۔

جناب شفیق احمد خان (وزیر تعلیم): جناب سپیکر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شفیق احمد خان!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر صاحب! یہ میرے سوال 30 تاریخ کے لیے شیخ جعفر مندوخیل صاحب کی طرف سے آئے ہیں چونکہ میں نے جب 30 تاریخ کا ایجنڈا مانگا تو اس میں دو سوال تھے۔ ایس ایس ٹی کتنے ٹرانسفر ہوئے ہیں اور کتنے پوسٹنگ ہوئے ہیں تو یہ سوال آج مجھے مل رہے ہیں اور ان کا تو 30 تاریخ کو، میں جواب اس لیے نہیں دے سکتا ہوں کہ دو ہزار ایس ایس ٹی ٹرانسفر اور پوسٹ ہوئے ہیں جب سے میں آیا ہوں ان کی لسٹ اور ان کے نام اور ولدیت مانگی ہیں یہ سوال بنتا نہیں ہے۔ دوسرا اسی طریقے سے ایک اور سوال ڈالا ہے تمام ڈائریکٹرز کے نام دیدیں وہ تو میں دے دونگا لیکن ان کو 30 تاریخ میں نہ رکھا جائے شاید کہ 30 تاریخ کو میں یہاں نہ ہوں تو اس کو اگلے اجلاس کے لیے رکھیں جعفر مندوخیل صاحب سے میں عرض کرتا ہوں یہ ابھی مجھے ملے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شفیق احمد خان صاحب! میری معلومات یہ ہیں کہ ایک مہینہ پہلے آپ کے ڈیپارٹمنٹ کو سوال گئے ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے ان کو specially ہدایت کی ہوئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا سوال لانا ایجوکیشن کو ترقی دینے کے لیے ہے اگر ان سوالوں کے جوابات میں نہیں دونگا تو پھر میرے خیال میں کوئی نہیں دے گا۔ تو اس وجہ سے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو سات دن کے لیے

مؤخر کیا جائے چونکہ بہت lengthy سوال ہیں اور بہت lengthy ان کے جواب آئیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شفیق احمد خان صاحب! 30 تاریخ کو آپ کے سوالات آ جائیں گے تو ان پر بھی اسی دن بات کریں گے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں آپ کو ابھی سے کہہ رہا ہوں کہ میں ان کا جواب 30 تاریخ کو نہیں دے سکتا پھر یہی بات ہو گی جیسے جعفر مندوخیل صاحب کہتے ہیں کہ منسٹر صاحبان جواب دینے سے کتراتے ہیں۔ میں جواب دینا چاہتا ہوں لیکن آپ کے سوال مجھے ابھی ملے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر صاحب! میں یہی سمجھتا ہوں کہ اتنی لمبی کارروائی نہیں ہے ہم خود ایک نہیں کئی محکموں کے منسٹر رہے ہیں 1990ء میں میں منسٹر ایجوکیشن تھا 2 ہزار آدمیوں کے نام دینے ہیں۔ کتنے ٹرانسفر کیے ہیں ان کو ٹی اے۔ ڈی اے دیئے ہیں ان سب کا چارج سنبھالا ہے اس کا نام دے دیں تو کیا ہے اگر کوئی چاہے تو 2 ہزار آدمیوں کا نام ایک گھنٹے میں دے سکتا ہے یہ کہیں وہ بنا لیں گے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ان کو کوئی ٹی اے/ڈی اے نہیں دیا ہے اور نام ابھی آپ کو مل جائیں گے لیکن 30 تاریخ کو نہیں ہو سکتا ہے اسی لیے تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر کہا کہ ہم آپ سے request کرتے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! میری پھر request یہ ہے کہ آپ اس طرح کر لیں سپیکر صاحب! اسمبلی کا اجلاس بُلا کر کے حاضری لگا کر کے پھر ختم کر دیا کریں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! نہیں، نہیں کریں گے آپ بھی ادھر موجود ہوں گے جیسا کہ عین اللہ شمس صاحب نے کہا کہ آپ جواب سننے کی بھی طاقت رکھیں۔ تو ہم انشاءاللہ آپ کو جواب دے دیں گے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر صاحب! پوری اسمبلی میں میں ایک دن غیر حاضر رہا ہوں آخر ایک دن انسان کو کام پڑھتا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس کا جواب میں ضرور مندوخیل صاحب کو دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب جعفر خان مندوخیل صاحب اپنی تحریک التوا نمبر 3 پیش کریں۔

تحریک التوا نمبر 3

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! میں اسمبلی کے قواعد وانضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتا ہوں۔

تحریک یہ ہے کہ ضلع کوئٹہ جو صوبے کا دارالحکومت بھی ہے' میں آبادی کے لحاظ سے سرکاری سکولوں میں طلباء کا داخلہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے جس کی وجہ سے حکومت نے سینکڑوں پرائیویٹ سکولز کھولنے کی اجازت اور منظوری دی ہے۔لیکن حکومت کا ان پرائیویٹ سکولوں میں داخلہ' ٹیوشن اور امتحانی فیسوں پر کنٹرول نہیں ہے۔جس کی وجہ سے طلباء کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کو بھی ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ صوبہ کے پارلیمانی وزیر کو بھی اس سلسلے میں پریس کانفرنس کا سہارا لینا پڑا۔(اخباری تراشہ منسلک ہے) لہٰذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم عوامی نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک التوا نمبر 3 پیش ہوئی۔کیا محرک اس تحریک پر روشنی ڈالیں گے؟

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر صاحب! ایک تو یہ چیز کافی زیر بحث آئی ہے یہ اگر آپ دیکھ لیں محترمہ روبینہ عرفان نے پریس کانفرنس کی ہے کہ اقراء پبلک آرمی سکول سویلین بچوں کے مستقبل سے نہ کھیلے طلباء 13 سے 14 سال تک زیر تعلیم میٹرک کے داخلے پرائیویٹ امیدوار کے طور پر بھیجے گئے ہیں گورنر اور وزیراعلیٰ کی بات پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔عدالت سے رجوع کریں گے ایک صوبائی منسٹر اور ہماری پڑھی لکھی منسٹر ہیں اور ان کی یہ جو تشویش ہے definitely وہ برحق ہے۔کیونکہ پرائیویٹ اسکولز اسی طرح کر رہے ہیں آج کل پرائیویٹ اسکولز اپنی مرضی سے فیسیں بڑھا رہے ہیں اپنی مرضی سے داخلے بھجوا رہے ہیں ریکارڈ اچھا رکھنے کے لیے تا کہ ان کا ایک ریکارڈ اچھا رہے کہ اتنے فیصد exam دیے ہیں۔اگر دو سو لڑکے exam دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ 190 ان میں پاس ہوگئے ہیں جو کہ کمزور لڑکے ہوتے ہیں داخلے پرائیویٹ بھجوا دیتے ہیں تا کہ ان کے ریکارڈ پر قدغن نہ لگے۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک زیادتی ہے اور بدعنوانی بھی۔جبکہ گورنمنٹ سکولز چاہے فیل ہو چاہے پاس ہو سب کے داخلے اسی طرح بھجواتے ہیں۔اس کے ماسواء یہ جو سکولوں کے ساتھ ہو رہا ہے خاص کر اقراء پبلک آرمی سکول کا

انہوں نے کہا ہے کہ وہاں یہ داخلے پرائیویٹ طور پر بھجوا دیتے ہیں ریگولر نہیں بھجواتے ۔ جو کہ بچوں کے ساتھ نا انصافی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں جناب سپیکر! وہ ریگولر فیس ادا کرتے ہیں اور دوران سال اپنی classes attend بھی کرتے ہیں اس کے باوجود ان کے داخلے صرف اپنے اسکول کا ریکارڈ اچھا رکھنے کے لیے تاکہ پاس % یا نمبر % بہتر آسکیں ان کے داخلے پرائیویٹ بھجواتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بدعنوانی ہے جو یہ کررہے ہیں۔ جناب سپیکر! ایک محکمہ تعلیم میں جس کی نگرانی ٹیکس بک بورڈ' ڈائریکٹر کالجز' ڈائریکٹر اسکولز اور ڈائریکٹر curriculum کئی ڈائریکٹرز کام کررہے ہیں ۔تمام ٹی اے/ڈی اے کی رقم بھی لیتے ہیں اور ہر ایک کو گاڑی بھی ملی ہوئی ہے۔ لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے کبھی اسکولوں کے دورے بھی کیے ہوں کہ یہ curriculum جو انہوں نے دیا ہوا ہے جناب سپیکر! بچوں کے لیے fit بھی ہے یا نہیں۔ جو ڈائریکٹر اسکولز ہیں وہ جا کر کے دیکھ لیں کہ اساتذہ آتے بھی ہیں یا نہیں ہر قسم کی چیکنگ سے چاہے اسکولز ہیں چاہے کالجز ہیں وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں ماسوائے اکا دکا کیس میں اگر منسٹر صاحب نے خود کہا کہ اسکو دیکھو definitely اس کو نوٹس آتا ہے لیکن routine چیکنگ ریگولر جو سکولوں کی ہوتی تھی جناب سپیکر! جب ڈائریکٹر آتا تھا تو پورے سکول پر لرزہ طاری ہوتی تھی کہ ہم اپنا سسٹم کس طرح درست کریں صفائی کس طرح کریں اب سسٹم ٹوٹ گیا جس کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کا معیار اتنی پستی پر چلا گیا کہ آگے آپ تعلیم یافتہ کسی کو نہیں کہہ سکیں گے۔ آج کل میٹرک کے لڑکے application نہیں لکھ سکتے ہیں کہ ہمیں نوکری دیں وہ بھی کسی عرائض نویس سے لکھواتے ہیں۔ جناب سپیکر! سکول کو کھلے ہوئے 23 دن ہو گئے ہیں ان کو کتابیں نہیں ملی ہیں کتابیں گورنمنٹ provide کرتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ بھی افسران کی پسندیدگی ہے یہ ٹیکس بک یہ چھاپہ خانہ مجھے پسند ہے میں اس کو ٹھیکہ دیتا ہوں کہ اتنی کتابیں میرے لیے چھاپو اس کی capacity اگر دو ہفتہ کتاب چھاپنے کی ہوتی ہے آپ 10 ہزار کے آرڈر دیتے ہیں وہ پورا نہیں کرسکتا ہے۔ جناب سپیکر! لہٰذا ایک تو یہ چیز زیر بحث لائی جائے کیونکہ ایجوکیشن میں سمجھتا ہوں back bone ہے ہر سسٹم کا' جب تک ایجوکیشن نہ ہوگی نہ جمہوریت چلے گی نہ اسکولز چلیں گے نہ اسمبلی چلے گی نہ آپ کی یہ گورنمنٹ چلے گی روز بہ روز پستی کی طرف جارہے ہیں۔ جناب سپیکر! کوئٹہ کو اگر آپ

دیکھیں 2 لاکھ 13 ہزار کے قریب طلباء ہیں اور 129 سرکاری سکولز ہیں۔ یہ سکول ان طلباء کو کس طرح capacity کرسکتے ہیں ان میں بٹھانے کی capacity نہیں ہے۔ اگر آپ سکول کے دورے کریں ایسی کلاسز ہیں جن میں 100 سے زیادہ لڑکے ہیں teacher student ratio maintain رکھا جا سکتا ہے نہ ان لڑکوں کو بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ اسپیشلی پھر کوئٹہ میں شہروں میں دیہاتوں میں ٹیچر نہیں جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! شہروں میں پھر اسٹوڈنٹس اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی capacity نہیں ہے یہ زیر بحث لایا جائے۔ جناب سپیکر! آیا گورنمنٹ اس کی ترتیب اور بندوبست کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں ؟ کیونکہ آگے شاید بجٹ میں آئے منسٹر صاحب کو اگر اس سلسلے میں support چاہیے ہوگا We will support him in Budget also تاکہ ان کے محکمے کی کارکردگی پر بحث کی جائے۔ جناب سپیکر! ایک تو ان کی short comings ہیں جیسے teacher۔ Number of school کم ہے کمرے کم ہیں اسٹوڈنٹس کی تعداد زیادہ ہے۔ student ratio صحیح نہیں ہے۔ جناب سپیکر! اس وجہ سے یہ اخبار میں بھی آیا تھا اگر آپ دیکھ لیں class 9 کے لڑکیوں کا پریکٹیکل مرد ٹیچر لیتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں تو پہلے لڑکیاں پڑھتی نہیں ہیں اس وجہ سے کہ پردہ سسٹم ہے نہیں ہم لوگوں کا ایک ماحول ہے اس میں پھر ٹیکس بک بورڈ اتنے نا اہل ہے کہ وہ سکولوں میں فیمیل ٹیچر نہیں بھجوا سکتا ہے تاکہ ان کا جو پریکٹیکل ہے وہ فیمیل ٹیچر لے لیں۔ جناب سپیکر! باقاعدہ اخباروں میں آیا ہے اسلامیہ سکول کی class 9 کا پریکٹیکل مرد ٹیچروں نے لیا ہے اور اگر آپ یہ اخبارات لے لیں پچھلے ایک سال سے یا اس سے پہلے کے آپ دیکھ لیں کہ ہر جگہ رائے عامہ یہی ہوتی ہے جناب سپیکر! اور سوشل کارکن یہی کہتے ہیں کہ سکولوں کی تعلیم کی حالت روز بروز ختم ہو رہی ہے اس میں بہتری لائی جائے لیکن آج تک کوئی عملی منصوبہ بندی نہیں ہوئی ہے کہ ہم اس میں کس طرح بہتری لے آئیں اور حکومت اسی روٹین میں اس SST کو ادھر کردو اور اس SST کو ادھر کردو۔ یہ ایک ترکیب چلتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ میں شفیق احمد خان کے متعلق کچھ کہہ رہا ہوں گلا کر رہا ہوں یہ ایک ترکیب ہے چلتی ہے اور کئی سالوں سے یہ ہو رہا ہے اور میں خود ایجوکیشن منسٹر رہا ہوں اور میرے وقت میں بھی یہی روٹین تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اسمبلی میں ہم ڈسکس کرلیں۔ اس کے لئے کوئی

پالیسی حکومت بنائے اور ایجوکیشن جو کہ معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے معاشرہ بنتا ہی ایجوکیشن سے ہے یہ اتنا زوال پذیر ہو رہی ہے کہ آج میٹرک کا لڑکا ایف اے پاس لڑکا اپنی نوکری کی درخواست نہیں لکھ سکتا ہے۔تو جناب سپیکر! اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ہم کو بحث کرنی چاہئے یہ انتہائی غور طلب مسئلہ ہے ایک طرفی پرائیویٹ سکول جو روزانہ فیسوں میں اضافہ کر کے پیسے لوٹ رہے ہیں وہ سہولیات بہم نہیں پہنچا رہے ہیں جو ان کا حق بنتا ہے اور جس میں میں نے منسٹر صاحبہ کی پریس کانفرنس کا بھی ذکر کیا ہے۔دوسرا گورنمنٹ سکول اس کا میں نے یہ بتایا ہے اس کے curriculum کی یہ حالت ہے اگر کوئی بچہ سکول نہیں گیا ہے اس سے پوچھا نہیں گیا ہے اس کی کسی نے پرواہ نہیں کی ہے کسی ڈائریکٹر نے آج تک کوئی دورہ نہیں کیا ہے یہ جو ڈائریکٹرز ہوتے ہیں انہیں صرف دفتروں میں درخواستیں لینی نہیں ہوتی ہیں بلکہ انہیں فیلڈ میں جانا ہوتا ہے چیکنگ کرنا ہوتا ہے کون حاضر ہے کونسا سکول صحیح ہے یا نہیں ہے۔ کالجز کا بھی یہی حال ہے ان چیزوں کو زیر بحث لانے کے لئے میں نے یہ تحریک التوا پیش کی ہے میں حکومت کی ٹریژری بنچز اور ہماری جو بنچز ہیں ان سے بھی یہ رکوئیسٹ کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو بحث کے لئے منظور کر لیں ہر ایک اپنے مواد کے ساتھ جو اس کی ایجوکیشن کے متعلق معلومات ہیں اس کے ساتھ آ جائیں گے۔شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شفیق احمد خان!

جناب شفیق احمد خان (وزیر تعلیم): جناب والا! یہ تحریک التوا دو چیزوں پر مبنی ہے ایک یہاں پرائیویٹ سیکٹر کو ڈسکس کیا گیا ہے پرائیویٹ میں بھی آرمی کے سکولوں کو ڈسکس کیا گیا ہے گریژن یا دیگر سکول۔

محترمہ روبینہ عرفان (وزیر قانون و پالیمانی امور): پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پالیمانی امور: ایجوکیشن منسٹر اگر اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو ہم سب اس پر بات کریں گے پھر جب ہم بات کر لیں تو بعد میں ایجوکیشن منسٹر اپنا پوائنٹ بتائیں۔وضاحت کریں۔

وزیر تعلیم: میں بھی وضاحت کر رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ یہ بحث کے لئے منظور ہونی چاہئے۔لیکن میں اپنی بات کے ساتھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔میں آپ کی بات کو honor کرتا ہوں۔جناب! بات یہ

ہے کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں 11056 پرائمری سکول ۔568 مڈل سکول ۔80 ہائی سکول اتنے کالجز اور ایک ہوم اکنامکس کالج پر مشتمل ہے ۔56000 کا عملہ اس میں ملازم ہے لیکچرر' جے وی ٹی اور جے ای ٹی یہ تمام ہیں یہ جو پوائنٹ پریس ریلیز کے حوالے سے روبینہ عرفان صاحبہ کے حوالے سے بات ہے پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے سے ہے ۔ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی دو ادارے ہیں ایک آرمی کا سیکٹر ہے یہ آرمی کے سکولوں پر بات ہورہی ہے میں وہاں کل اس سکول میں گیا ہوں اقبال صاحب پرنسپل ہیں ۔ میں نے اس کو وزٹ کیا ہے اس کا جو طریقہ کار ہے وہ ہم سے تھوڑا سا مختلف ہے ۔ چونکہ ایجوکیشن کی حالت بالکل ابتر ہے میں خود آپ کو بتانا چاہتا ہوں میں یہ نہیں چاہتا کہ اس پر بحث نہ ہو یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر مکمل بحث ہو۔ ہمارے تیس اضلاع میں ایک ڈائریکٹر سکولز ہے اور تیس ای ڈی اوز ہیں ای ڈی اوز وہ ماتحت ہیں ڈی سی اوز کے ۔ وہ ماتحت ہیں ضلعی ناظم کے ۔ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے نہیں ہیں میں اس پر وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر بحث ہونی چاہیئے اس کے لئے آپ ایک پورا دن رکھیں اور ایجوکیشن پر صرف بحث ہو۔ اس میں ہم چاہتے ہیں رائے آئے ہمارے جو سکول ہیں ان کی بلڈنگ نہ ہونے کے برابر ہے ہمارے پاس نہ ٹاٹ ہے نا چاک ہے نہ کوئی دیگر سہولیات میسر ہیں میں تو اس تحریک کی جو جعفر خان صاحب لائے ہیں کو سپورٹ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ بحث کے لئے ایک پورا دن مقرر کیا جائے کچھ بھی نہیں ہوگا جب تک اس پر سیر حاصل بحث نہیں کریں گے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے لائیں گے تو تب ہم آگے ایجوکیشن کو دے سکیں گے ۔ اب چونکہ میں اگلے سال کے لئے بجٹ بنا رہا ہوں اس میں تمام علاقے کے سکولوں کو لینا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: روبینہ عرفان صاحبہ!

وزیر قانون و پالیمانی امور: شکریہ جناب سپیکر! یہ تحریک التوا اس لئے اہمیت کی حامل ہے اس سے طالب علموں کا مستقبل وابستہ ہے آج کا طالب علم جس میں کوئی اقبال بن سکتا ہے ۔ کوئی بیٹی محترمہ فاطمہ جناح بن سکتی ہے ۔ جناب! ماضی میں مثالی درس گاہوں میں یہ شعر ہر دروازے پر لکھا ہوتا تھا ۔

ے قسمت نوع بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں
ایک مقدس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

جناب والا! قوموں کی قیادت انسانوں کی صلاحیت پیدا کرنے میں یا تو ماں کی گود یا گھر کا بہتر ماحول اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بڑے کامیاب لوگ زندگی میں اپنی درس گاہوں کا بھی ضرور ذکر کرتے ہیں۔لیکن آج یہ تحریک التوا ایک ایسے تعلیمی ادارے سے متعلق ہے جس کے بارے میں اس سکول کے طالب علم سکول کے مستقبل، میں انتظامیہ کے من مانی طریقوں اور فیصلوں کا ناراضگی سے اور اس انداز سے ضرور ذکر کریں گے۔اس سکول کا نام آرمی پبلک سکول ہے۔اس سکول کا نام صرف اور صرف اقراء آرمی سکول ہونا چاہئے پبلک کا لفظ کاٹ دینا چاہئے یہاں پر سویلین بچے ہیں ان کی نہ قدر ہوتی ہے نہ ان کے والدین کی قدر ہوتی ہے۔تو میں سمجھتی ہوں سکول کے ساتھ جو پبلک لفظ ہے اس کو ہٹایا جائے۔ جناب! سکول ہذا کی بدانتظامی اور طور طریقوں سے خود ساختہ فیصلے درجنوں سویلین والدین جہاں متاثر ہوئے ہیں۔ان میں میں بھی شامل ہوں۔اسمبلی کے اس فلور پر سکول انتظامیہ کے متعلق اتنا ضرور کہوں گی کہ وہ اپنے نام سے پبلک کا لفظ ضرور ہٹائیں اور صرف آرمی سکول کے نام پر وہاں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔جناب والا! یہ سکول بلوچستان کی سرزمین پر ہے اس کو یہاں کے لوگوں کا بھی ضرور خیال رکھنا ہوگا میری پریس کانفرنس جس میں دیگر والدین نے بھی شرکت کی اخبار کے تراشے۔یہاں پر ان میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے اور اس انتظامیہ کے بارے میں درج ہے اور ہم نے اپنے اپنے طور پر سکول انتظامیہ کو سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے لیکن سکول کی انتظامیہ نے محکمہ تعلیم کو over crass کر دیا اور قوانین۔وہ اپنے قوانین بناتے ہیں میں صرف اور صرف اپنے اس آنریبل ہاؤس کو یہ بتانا چاہوں گی کہ ان کے اگر اصول ہیں ان کا کوئی مقصد ہو کیا کھلی من مانیت اور کھلی لاقانونیت یہی چیز بلوچستان کے مقدر میں ہے؟ کیا یہ سکول ہمارے سویلین بچوں کے لئے نہیں ہے؟ تیرہ سے چودہ سال تک یہ بچے سکول میں جاتے ہیں بھاری بھرکم فیس دیتے ہیں ٹیوشن فیس دیتے ہیں پھر جب ہم داخلے کے لئے جاتے ہیں یہ بچے اڈھائی سال کے ہوتے ہیں ہمیں اس وقت بتا دیا جائے ٹائم پیپر پر دستخط کیا جائے کہ جب یہ بچے میٹرک میں پہنچیں گے ہم ان کو سکول کا ریگولر سٹوڈنٹ نہیں بننے دیں گے پرائیویٹ امتحان کے لئے ان کو بھیجیں گے۔تو تب ہم اپنے دلوں میں تسلی کریں گے کہ یہ سویلین بچوں کا سکول نہیں ہے اپنے بچوں کو ان سکولوں میں داخل نہیں کرائیں گے۔ بلوچستان کو پسماندہ کس نے رکھا ہے یہی لوگ۔ میں نام نہیں لینا چاہوں گی لیکن باہر سے آئے ہوئے

ایک وائس چانسلر وومن یونیورسٹی کی وائس چانسلر بلوچ اور پٹھان بچیوں کو کہتی ہے کہ آپ گھگے پہنتے ہیں۔ آپ گدانوں میں رہنے والے ہیں آپ یہ نہیں جانتے ہیں کہ تعلیم کیا ہے۔ اگر آپ کا یہ حال ہے ہمیں پڑھنے نہیں دیتے ہیں زبردستی سے پسماندہ رکھا جاتا ہے۔ جناب! میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے تو ہزار سال بعد بھی ان بچوں کا مستقبل روشن نہیں ہوگا۔ میں جناب! اس آنریبل ہاؤس کے توسط سے اور جو آج آپ چیئر کر رہے ہیں میں اس ہاؤس کو بتاؤں گی کہ اب ان بچوں کا مستقبل اب آپ کے اور اس ہاؤس کے ہاتھ میں ہے اب ضرور آپ اس ہاؤس میں یہ کہیں کہ یہ جو بچے پرائیویٹ امتحان پاس کریں گے ان کی سند پر پرائیویٹ لکھا ہوگا۔ اس پرائیویٹ بچے کو کونسا ادارہ ہے جو لے گا۔ جناب! اگر تھرڈ ڈویژن ریگولر سٹوڈنٹ کا ہو اور پرائیویٹ سٹوڈنٹ فسٹ ڈویژن بھی آئے وہ ادارے تھرڈ ڈویژن والے کو لیں گے فسٹ ڈویژن والے بچے کو نہیں لیں گے۔ جناب! اب ان بچوں کا مستقبل تاریک ہو چکا ہے۔ حالانکہ وہ اب امتحان کے لئے بیٹھے ہیں ان کے ذہنوں پر جو دباؤ ہے وہ کس طرح اپنا امتحان دیں گے۔ ان کا مستقبل کیا ہوگا اگر ہم ان کو باہر بھیجیں گے یا اپنے ہی ملک میں کراچی یا لاہور یا پشاور کے کسی کالج یا یونیورسٹی میں ان کو پڑھانے کے لئے۔ کیا وہ اس پرائیویٹ سند کے ساتھ وہ ان کو لیں گے؟ میں نہیں سمجھتی ہوں کہ ان کا مستقبل جو ہے تاریک ہو چکا ہے۔ اب میں اس آنریبل ہاؤس سے چونکہ یہ خالصتاً وہی جگہ ہے جہاں سے انصاف ملے گا۔ اور انصاف کی آواز ہے یہ ان بچوں کی آواز ہے جو آج پرائیویٹ سٹوڈنٹ کے طور پر بیٹھ کر امتحان دے رہے ہیں۔ اور بطور ریگولر سٹوڈنٹ نویں کلاس میں فسٹ ڈویژن حاصل کئے ہیں یہ وہ بچے نہیں ہیں جو back bench پر بیٹھتے ہیں۔ صرف اور صرف یہ سکول اپنا معیار بڑھانے کے لئے بلوچ پٹھان اور ہزارہ بچے ہی رہ گئے ہیں۔ کیا ان بچوں کو حق نہیں ہے وہ سکول میں بیٹھیں۔ جناب آپ رولنگ دیں۔

جناب عبدالخالق بشر دوست (وزیر بلدیات): جناب! اگر یہ بحث کے لئے منظور ہو چکی ہے تو ہم بھی اس پر بحث کریں گے۔

وزیر قانون و پالیمانی امور: یہ بہت ضروری ہے اگر آپ کو جلدی ہے تو You can go for your prayer. جناب! میں اس کے متعلق ضرور اتنا کہوں گی کہ آپ اس اسمبلی کے اجلاس میں

رولنگ ضرور دیں کہ ان بچوں کو ریگولر کیا جائے کیونکہ ان کے امتحان اب ہو رہے ہیں یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے یہ رولنگ اس ہاؤس کے توسط سے میں آپ سے چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا مؤقف آ گیا ہے۔آیا یہ تحریک التوا دو گھنٹے کی بحث کیلئے منظور کی جائے؟

تحریک التوا کو قاعدہ 72 کے تحت مطلوبہ اراکین کی حمایت حاصل ہوئی ہے۔لہٰذا یہ تحریک التوا مورخہ 30/مارچ 2009ء کے اجلاس میں دو گھنٹے کی بحث کے لئے منظور کی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء)۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر صنعت وحرفت گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) پیش کریں۔

سید احسان شاہ (وزیر صنعت وحرفت): اور تحاریک التوا ہیں شاید ایک دن میں ایک بحث کے لئے منظور ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی ہو گیا ہے ایک دن میں ایک تحریک التوا بحث کے لئے ہوتی ہے دوسری اگلے دن میں آئے گی۔

مولانا عبدالواسع (سینئر وزیر): جناب! آپ دوسرے تحریک التوا کو کیوں ڈیفر کرتے ہیں یہ کب سے یہاں پیش ہو رہی ہے اور ایف سی کے متعلق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر انڈسٹریز! مسودہ قانون کی بابت اپنی تحریک پیش کریں۔

وزیر صنعت وحرفت: شکریہ جناب سپیکر! میں وزیر صنعت وحرفت گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) پیش ہوا۔وزیر صنعت وحرفت گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ

ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) کے متعلق اپنی اگلی تحریک پیش کریں۔

وزیر صنعت وحرفت: شکریہ جناب سپیکر! میں وزیر صنعت وحرفت تحریک پیش کرتا ہوں کہ گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد وانضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ 84 کے مقتضیات سے مستثنٰی قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل مجریہ 2009ء مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2009ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد وانضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ 84 کے مقتضیات سے مستثنٰی قرار دیا جائے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! قاعدہ 84 کے مقتضیات سے اس کو کیوں مستثنٰی قرار دیتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تو جعفر صاحب! کمیٹی نہیں ہے۔ جب کمیٹی نہیں ہے تو اس لئے مستثنٰی قرار دیتے ہیں۔

جناب شفیق احمد خان (وزیر تعلیم): کمیٹی بنا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کمیٹی کے لئے تو ہم نے بار بار کہا ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ جو شاہ صاحب کا نکتہ ہے وہ غلط ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک یہ اسمبلی complete نہیں ہے کمیٹیاں قائم کر دی جائیں جو بل آتے ہیں وہ کمیٹیوں کے حوالے کر دیں تا کہ وہ veto کر کے ان کو لے آئیں۔ اسمبلی کا تو بڑا مقصد ہی قانون سازی ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مولانا صاحب!

مولانا عبدالواسع (سینئر وزیر): جناب! ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ یہاں کوئی حکومت میں ہو کوئی اپوزیشن میں ہو میں یہ معلوم کرلوں کہ یہ کیا ہے ابھی تو ماشاءاللہ سب حکومت میں ہیں اور یہ اتنی بڑی کیبنٹ سے پاس ہو کر کے آیا ہے۔ اس کو اب کمیٹی میں جا کر کیا ہوگا یہ سب کو معلوم ہے اتنی بڑی کیبنٹ

سے پاس ہوکر آیا ہے تو خواہ مخواہ اس کو مؤخر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں نہیں یہ پیش ہوگا۔

کیا مسودہ قانون نمبر 2 کو اسمبلی قواعد وانضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ 84 کے مقتضیات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! اسی پر تو میرا پوائنٹ ہے کہ اگر آپ کی کمیٹیاں نہیں ہونگی ایک کیبنٹ کا تو علیحدہ ایک طریقہ کار ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ کیبنٹ سے ہوکر آیا ہے اس نے غور کیا ہے یہ کیبنٹ سے approve ہوکر آیا ہے یہ ایک House consuses ہے لیکن اسمبلی کی اپنی کمیٹی ہوتی ہے جو اس کی ڈیٹیل میں جاتی ہے کیبنٹ تو اس کی ڈیٹیل میں جا نہیں سکتی ہے کمیٹی کا یہ کام ہوتا ہے وہ ڈیٹیل میں جاتی ہے وہ دیکھتی ہے کہ کسی قانون سازی میں کوئی نکتہ غلط آ رہا ہو اس میں کوئی فرق آ رہا ہو ڈیپارٹمنٹ اپنی مرضی سے لا رہا ہو ان چیزوں کے لئے میں کہتا ہوں کہ کمیٹیوں کا ہونا لازمی ہے۔ کمیٹیاں قیام میں لائی جائیں تا کہ قانون سازی ہو تو یہ تب complete ہوگی شارٹ کٹ یہ ہوتی ہے کہ تمام مقتضیات سے مستثنیٰ کر دیں تو پھر اس اسمبلی سے approve کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے ہر چیز جب آپ مستثنیٰ قرار دیتے ہیں پاس کر دیں پھر اسمبلی کس لئے لاتے ہیں اسمبلی قانون بناتی ہے اسمبلی کا ایک حصہ کمیٹی ہوتا ہے۔ ایک کمیٹی آج بنائیں جو ایک specific کام کے لئے ہو وہ اس میں پیش کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اپنی مشاورت سے یہ اس میں پیش کر دیا جائے۔ بار بار میں نے یہ بات کی ہے۔

وزیر صنعت وحرفت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر صنعت وحرفت: شکریہ جناب سپیکر! شیخ جعفر خان مندوخیل نے جو نکتہ اٹھایا ہے اس پر ہمیں اعتراض نہیں ہے ان کی بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ ہاؤس کی کمیٹیاں ہوتی ہیں اور کیبنٹ سے پاس ہونے کے بعد بھی بل یہاں اسمبلی میں غور کے لئے آتا ہے اور کمیٹی میں بحث ہوتی ہے اور بعد میں دوبارہ اسمبلی کے فلور پر لایا جاتا ہے لیکن جناب والا! یہاں پر مسئلہ یہ ہے کہ یہاں پر ہمارے ہاؤس کی کوئی

کمیٹی وجود میں نہیں ہے اور کمیٹیاں بنانے میں شاید کچھ عرصہ اور لگ جائے تو اگر جناب والا! ہم نے اس بل کو مؤخر کیا اور اس کو اس رولز سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا تو جناب والا! وہاں پر جو کام کرنے والے ہیں یا کام کرنے والے لوگ ہیں اس انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کے حوالے سے کام ہم مرکزی حکومت سے اور صوبائی حکومت سے لینا چاہتے ہیں انڈسٹریل اسٹیٹ کے لئے وہ ذرا تعطل کا شکار ہو جائیں گے۔ میں جعفر خان سے گزارش کرتا ہوں کہ اس دفعہ آپ اس کو پاس ہونے دیں اور اس پر آپ کی رولنگ بھی آ چکی ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! ابھی تو ہو گیا۔ مندوخیل صاحب! آپ کی بات بجا ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! آپ اس ہاؤس سے کوئی yes or no تو کم از کم لیتے۔ ہم بیٹھے ہوئے ہیں ابھی لے لیں میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس کو ڈیفر کر دیا جائے۔ شاہ صاحب نے تو ہمت کی ہے کم از کم قانون سازی تو اسمبلی میں لے آئے ہیں۔ اگر آگے کمیٹی نہیں ہے تو اس کے محکمہ کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ کم از کم ہاؤس سے yes or no تو لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تحریک پیش ہو گئی ہے۔ جعفر مندوخیل صاحب! اس پر میں نے رولنگ دے دی ہے کیا منظور ہے؟

(تحریک منظور ہوئی)

بلوچستان قوانین اراضی کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء)۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر مال بلوچستان قوانین اراضی کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء) کی بابت اپنی تحریک پیش کریں۔

سردار محمد اسلم بزنجو (وزیر آبپاشی وبرقیات): جناب! وزیر مال ایک کام کے لئے اسلام آباد گئے ہوئے ہیں کیا میں ان کی جگہ پر یہ بل پیش کر دوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون پیش کریں۔

محترمہ روبینہ عرفان (وزیر قانون و پارلیمانی امور): میں وزیر قانون، وزیر مال کی جانب سے تحریک

پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان قوانین اراضی کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء) کوفی الفور زیرغور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک یہ ہے کہ بلوچستان قوانین اراضی کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء) کوفی الفور زیرغور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیرقانون' مسودہ قانون کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔

وزیرقانون وپارلیمانی امور: میں وزیرقانون' وزیر مال کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان قوانین اراضی کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2009ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2009ء) کومنظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ تحریک منظور کی جائے؟

شیخ جعفرخان مندوخیل: جناب! میرا پھر وہی اعتراض ہے وہی سوال پھر آتا ہے کہ کمیٹیاں بنادی جائیں۔ آپ کو یاد ہو کہ پچھلے جام صاحب کے وقت میں بھی ایک ڈیڑھ سال تک یہ کمیٹیاں نہیں بنی تھیں پھر میں اور مولانا واسع صاحب بیٹھ گئے اور آدھے گھنٹے میں ہم نے سب فیصلہ کرلیا و کمیٹیاں بن گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اس کے لئے ایک دن رکھ لیں اور یہ ذمہ داری مجھے دے دیں میں آپ کی یہ کمیٹیاں ایک دن میں بنادونگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ تو گورنمنٹ کا ہے جعفر مندوخیل صاحب! اگر گورنمنٹ کی مشاورت سے بن جائیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ تو میری یہ رولنگ ہے کہ اگلے اجلاس میں ساری کمیٹیاں بنائی جائیں۔

شیخ جعفرخان مندوخیل: یہ سب گورنمنٹ کے ممبر ہیں اور گورنمنٹ ہی بنائے گی۔ اور یہ چیف منسٹر کی مشاورت سے بنائیں گے۔ لیکن یہ بن جائیں اس کے لئے کوئی date دے دیں کوئی dead line دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ تحریک منظور کی جائے؟

جناب شفیق احمد خان (وزیرتعلیم): جناب! یہ پہلے کیبنٹ میں جائے پھر یہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں یہ کیبنٹ میں گیا ہوا ہے اور کیبنٹ کے بغیر پھر یہ کیسے ادھر آیا ہے۔ کیا کیبنٹ میں آیا ہے؟

سینئر وزیر: یہ کیبنٹ میں نہیں آیا ہے اس قسم کے قوانین کیبنٹ بھی نہیں دیکھے ہیں اور ادھر بھی نہیں دیکھے ہیں اور ادھر کمیٹی بھی اس کیلئے نہیں ہے۔ جیسے کہ جعفر خان صاحب نے کہا کہ یہ کمیٹی میں جائے۔

وزیر صنعت وحرفت: جناب! بات تو سینئر منسٹر اور دوسرے ساتھیوں کی شاید درست ہو اور میری نظر سے بھی یہ کیبنٹ میں نہیں گزرا ہے کہ یہ بل کبھی کیبنٹ میں آیا ہو۔ لیکن چیف منسٹر کے پاس اختیار ہوتا ہے کہ اگر کیبنٹ کی میٹنگ نہیں ہو رہی ہوتی ہے اور کوئی بل اسمبلی میں بھیجنا ہو تو اس کو وہ کیبنٹ سے مستثنٰی قرار دے کر کابینہ سے اور ڈائریکٹ اپنی پاور سے وہ بل بھیج سکتا ہے۔ تو شاید وہ قانون استعمال کیا گیا ہو لیکن اس کا مجھے صحیح علم نہیں ہے لیکن شاید اس طرح سے کیا گیا ہو اور اس قانون کے تحت لایا گیا ہو۔

سینئر وزیر: ٹھیک ہے وہ ان اختیارات کے تحت آیا ہوگا لیکن کم از کم جب کسی نے دیکھا نہیں ہے بعد میں اس طرح نہ ہو کہ پشیمانی ہو۔ جب یہاں کمیٹیاں نہیں ہیں تو اب اس کو کیبنٹ تو دیکھ لے کوئی اس پر غور تو کرلے۔ ابھی نہ کمیٹیاں ہیں نہ کیبنٹ میں آیا ہے اور اس طرح اب ہوا میں پاس ہو جائے۔ اس کو تو اب ہم یہاں دیکھ رہے ہیں اس کو تو ہم منظور نہیں کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منسٹر لاء! اس پر آپ کوئی رائے دے سکتی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب! یہ درست ہے ویسے یہ کیبنٹ میں پیش نہیں کیا گیا ہے مگر یہ چیف منسٹر کی مشاورت سے یہاں پیش ہوا ہے۔ تو اب اگر سینئر منسٹر بیٹھے ہیں۔ لہٰذا کیبنٹ میں لایا جائے تو بہتر ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! کیبنٹ میں بھی نہیں آیا ہے اور مولانا واسع صاحب اس کے لئے بالکل درست کہتے ہیں۔ کہ نہ کمیٹی اس کو دیکھی ہے اور نہ کیبنٹ نے اس کو دیکھا ہے تو پھر کس طریقے سے یہ قانون سازی ہو رہی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس اجلاس میں پہلی قانون سازی آئی ہے۔ جو قانون سازی اپنے طریقہ کار کے مطابق آجائے وہ بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو پاس ہونے کی تحریک کو مؤخر کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محترمہ راحیلہ درانی صاحبہ، محترمہ نسرین کھیتران صاحبہ، ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی صاحبہ اور محترمہ زرینہ زہری صاحبہ صوبائی وزراء اور محترمہ حسن بانو صاحبہ رکن صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 28 پیش کریں۔

مشترکہ قرار داد نمبر 28

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ): جناب سپیکر! ہرگاہ کہ صوبہ بلوچستان کے علاوہ ملک کے دیگر تمام صوبوں میں جرنلزم مضمون کو ایف اے اور بی اے کے لیول سے پڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ صوبہ بلوچستان میں اسکے برعکس صرف ایم اے لیول سے پڑھایا جاتا ہے۔ جس سے پاس شدہ طالب علم صرف رپورٹر یا پھر صحافی (جرنلسٹ) بن جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ ملک کے دیگر صوبوں کی طرح صوبہ بلوچستان میں بھی جرنلزم مضمون ایف اے کے لیول سے پڑھایا جائے۔ تاکہ اس مضمون کے طالب علم رپورٹر تک اور جرنلزم کے علاوہ بھی لیکچرر جیسے دیگر عہدوں پر فائز ہو سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 28 پیش ہوئی۔ محرکین میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟

وزیر پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ: محترم سپیکر صاحب! یہ جو قرارداد ہم تمام ممبران نے پیش کی ہے جن کے نام ہیں۔ جس طرح آپ سب کو معلوم ہے کہ جرنلزم ایک انتہائی اہم شعبہ ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس وقت آئی ٹی کا زمانہ ہے۔ لوگ جتنی بھی انفارمیشن ہیں وہ اسی شعبے کے through حاصل کرتے ہیں اور یہ طالبعلم خاص طور پر، اس شعبہ میں اتنا ٹیکنیکل ہے کہ uptodate ہونا پڑتا ہے ہر روز کے حساب سے نئی نئی معلومات آتی ہیں لیکن دیگر صوبوں میں اس طرح سے اس علم کا ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی مضمون ہو تو وہ سکول لیول سے یا کالج لیول سے پڑھایا جاتا ہے اور اُس کے بعد ہم اُس پر ماسٹر ڈگری کرتے ہیں یعنی کسی بھی علم کو ماسٹر ڈگری کے لیول تک پہنچانے کی بات کی جاتی ہے لیکن اس مضمون میں جو کہ انتہائی اہمیت کا مضمون ہے بلوچستان میں یہ صورت حال ہے کہ اس مضمون کو جب ہم باقی سارے لیول complete کرنے کے بعد ماسٹر کرتے ہیں تو ڈائریکٹ ہم ماسٹر میں داخلہ لیتے ہیں یعنی ہم اُس

کے جو ہماری initialانفارمیشن ہے وہ زیرو ہوتی ہے اور ہم صرف یونیورسٹی میں جا کر اس کو کرنے کیلئے داخلہ لیتے ہیں۔ جبکہ دیگر صوبوں میں یہ ہے کہ اس کو کالج لیول پر پڑھایا جاتا ہے اور اس کی تمام جتنی basicانفارمیشن ہیں وہ لیکر تب اُس پر آگے جا کر اُس میں ماسٹر ڈگری کرتے ہیں۔ تو یہ ایک انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس شعبے کو یعنی صرف بلوچستان یونیورسٹی میں پڑھایا جاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں تین سے زیادہ یونیورسٹیز صوبے بھر میں کام کر رہی ہیں۔ تو اس قرارداد لانے کا مقصد یہ تھا کہ اس مضمون کو ایف اے اور بی اے لیول پر دیگر صوبوں کی طرح شروع کیا جائے تاکہ جو طالبعلم اس کو complete کر کے نکلتے ہیں جو کہ میں نے خود بھی اس شعبے میں ماسٹر کیا ہے۔ اور اس شعبے کو شروع ہوئے بیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن اب تک اس کے جتنے بھی طالبعلم جب complete کر لیتے ہیں وہ صرف صحافی یا ٹی وی کے لیول پر جا سکتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس وقت بیروزگاری کا کیا عالم ہے اور یہاں پر انفارمیشن کے حوالے سے دیگر صوبوں کی طرح facilitation بھی نہیں ہے۔ ابھی کچھ چینلز شروع ہوئے ہیں اور خاص طور پر جو لڑکیاں اس profession میں ماسٹر ڈگری کر کے آتی ہیں تو وہ زیادہ کوشش کرتی ہیں کہ وہ دیگر شعبوں کی طرف جائیں اور خاص طور پر تدریس کی طرف جائیں۔ تو اس میں میری یہ request ہے کہ اس شعبے کو ایف اے اور بی اے لیول پر اگر ایف اے پر نہیں ہو سکتا تو کم از کم بی اے لیول پر یہ شروع کیا جائے تاکہ جو طالبعلم اس کو complete کر کے آتے ہیں تو وہ دیگر مضامین جتنے بھی مضامین ہیں چاہے وہ میتھ ہے فزکس ہے انگلش ہے اُردو ہے کوئی بھی subject ہے اُن کے طالبعلموں کی طرح جب وہ complete کر لیتے ہیں تو اپنے کالجز اور یونیورسٹیز میں پروفیسرز اور لیکچررز کے طور پر تعینات ہو سکیں اور اُن کو روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہو سکیں۔ یہ صحافیوں کے حوالے سے بھی یہ ایک اہمیت کے حامل ہے کیونکہ صحافی برادری جب بھی وہ اس میں دیئے تو اس میں اتنی زیادہ سیکورٹی آف جاب بھی نہیں ہوتی ہے ایک رپورٹر کی تنخواہ بھی اتنی نہیں ہے کہ مستقبل میں وہ اس چیز میں گزارہ کر سکے تو یہ ایک مستقل بنیادوں پر اُس کے لئے ایک روزگار کا بھی ذریعہ ہے اور اُس کو اُس پر ایک سیکورٹی بھی ہوتی ہے گورنمنٹ جاب کے حوالے سے ہیں تو میری ہاؤس سے یہ request ہے کہ اس قرارداد کو منظور

کیا جائے۔تا کہ جتنے بھی ہمارے طالبعلم ہیں جو complete کر کے کورس کرتے ہیں تا کہ آئندہ وہ اپنی زندگی کو ایک اچھے طریقے سے گزار کر سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شفیق احمد خان صاحب!

وزیر تعلیم: اعتراض تو نہیں ہے لیکن اس کے لئے فنڈز کی بے حد ضرورت ہوگی کیونکہ لیکچرر appoint کرنے ہونگے کلاسز بنانی ہونگی چیئر چاہیئے ہونگے تو باقاعدہ اُس کے لئے گزارش ہے ہاؤس سے کہ اس کو منظور کرنے کے ساتھ ساتھ پیسے کیلئے بھی آپ نے منظور دینی ہے تا کہ ایسا نہ ہو کل پھر ان کو چوراہے میں بٹھا کے پڑھانا نہ پڑیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی نسرین کھیتران!

محترمہ نسرین رحمٰن کھیتران: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! جیسا کہ میں mover بھی ہوں اور میں اس قرارداد کی حمایت بھی کرتی ہوں راحیلہ صاحبہ نے جو پیش کی ہے صحافت ایک بہت بڑا vast مضمون ہے foreign countries میں بھی دوسرے صوبوں میں بھی after matric پڑھا جاتا ہے کالج لیول پر' ہمارا صوبہ پہلے ہی سے ایجوکیشن میں بہت پیچھے ہے۔ میں اپنے ایجوکیشن منسٹر سے request کروں گی کہ ہم کسی طریقے سے introduce کروانا چاہتے ہیں As subject اس کو لیکچرر لانا کوئی مشکل نہیں ہے ہمارے پرانے جتنے بھی لیکچررز ہیں الحمدُ للہ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں اوران کی نالج بھی صحافت میں کافی ہے اور بہت سارے یونیورسٹی لیول پر کالج لیول پر' جو صحافی ہیں اُنہوں نے صحافت بھی کی ہے ساتھ ایڈیشنل یہ ایک کورس ہے تو اگر وہ پڑھادیں گے اُن کو کسی طریقے سے accommodate کریں گے۔تو انشاءاللہ تعالیٰ یہاں ہماری لیکچررشپ کی کوئی کمی نہیں ہوگی اور نہ ہمیں extra classes ہی لگانی پڑیں گی اور نہ ہی اُن کیلئے ہمیں علیحدہ فنڈز کی ضرورت ہوگی صرف As subject جیسے دوسرے provinces میں ہو رہے ہیں۔اس طرح ہم چاہتے ہیں بلوچستان میں بھی راحیلہ صاحبہ نے بہت تفصیل سے بتایا ہے۔آپ لوگوں کو یہاں پہ introduce کروادیا جائے یہ صحافت کا شعبہ تو میں آپ سے یہی request کرونگی کہ آپ اپنی رولنگ میں بھی کہیں اور میں اپنے ممبران سے کہوں گی کہ اس کی حمایت کریں Thank you۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی رقیہ سعید ہاشمی!

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی (وزیر بین الصوبائی رابطہ): Thank you جناب سپیکر! محترمہ راحیلہ صاحبہ اور ہم نے ملکر یہ قرارداد نمبر 28 پیش کی ہے جرنلزم کے بارے میں۔ اور آج کل یہ ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے یہ دور ہے اس میں اگر ہم اپنے مستقبل کے ایک اچھے جرنلسٹ بنانے کیلئے سکول لیول سے یہ تو ہماری بہن نے فرمایا ہے کالج لیول سے اگر سکول لیول سے As subject ہمارے شفیق صاحب کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ سکول لیول پر ہم اس کو کریں تو یہی آج کی بچیاں اور بچے آپ کو بہت بلند مقام پر نظر آئیں گے اور جس طرح میں یہاں اس فلور پر کہنا چاہوں گی اگر فیملی پلاننگ subject پرائمری سکول سے شروع ہوسکتا ہے تو Why not Journalism یہ پھر ایک اور چیز ہے میں تو اس قرارداد کی بھرپور تائید کرتی ہوں اور اپنے تمام ممبران سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ اس میں ہمارے ساتھ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شاہ صاحب!

وزیر صنعت وحرفت: شکریہ جناب سپیکر! زیر بحث قرارداد جو راحیلہ درانی صاحبہ کی یقیناً اہمیت کی حامل ہے ہمارے بچوں میں ایک نیا trade متعارف ہوجائے گا۔ بنیادی طور پر جہاں وہ سکول جاتے ہیں میٹرک کے ساتھ ہی میرا خیال میں ہم اس کو نافذ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ تو جناب والا! اس میں راحیلہ درانی صاحبہ نے ایک بنیادی سوال جو اُٹھایا ہے اس میں کسی کو تو شک نہیں ہے۔ لیکن اب میں ازراہ مذاق کہہ رہا ہوں کہ ایجوکیشن کے منسٹر صاحب فرمارہے تھے اُن کو بھی اعتراض نہیں ہے وہ بھی شامل کرنا چاہتے ہیں لیکن فنڈز کی کمی کے باعث شاید اُس لئے ٹیچر اور یہ تو اُس کیلئے جناب والا! ہم اُن کی بھرپور مدد کریں گے مولانا صاحب سے بھی گزارش ہے کہ پی ایس ڈی پی میں اُس کو جگہ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد منظور کی جائے؟

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد منظور ہوئی۔ جناب اسفندیار کاکڑ صاحب، محترمہ نسرین رحمٰن کھیتران صاحبہ، محترمہ راحیلہ حمید درانی صاحبہ، ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی صاحبہ اور محترمہ زرینہ زہری صاحبہ صوبائی وزراء اور محترمہ حسن بانو صاحبہ رکن صوبائی اسمبلی۔ آپ میں سے کوئی رکن اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 29 پیش کریں۔

مشترکہ قرارداد نمبر29

محترمہ نسرین رحمٰن کھیتران: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ہر گاہ کہ وفاقی حکومت نے جس طرح وفاقی اداروں سوئی گیس کمپنی اور دیگر محکموں کے ملازمین کو بحال اور متعلقہ محکموں کو خصوصی فنڈز بھی جاری کئے ہیں۔اس میں سوئی گیس کے ملازمین کیلئے سوا ارب روپے بھی شامل ہیں۔لیکن اس کے باوجود سوئی گیس کے مینجنگ ڈائریکٹر گیس ملازمین کی بحالی میں عدم دلچسپی سے کام لے رہے ہیں جس سے سوئی گیس کے ملازمین میں بے حد بے چینی بڑھ رہی ہے۔لہٰذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ سوئی گیس کے مینجنگ ڈائریکٹر کو سختی سے پابند کرے کہ وہ سوئی گیس اپنے ملازمین کی بحالی کے حکمنامے بلا تاخیر جاری کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 29 پیش ہوئی۔محرکین میں سے کوئی اپنی مشترکہ قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟جی۔

جناب عبدالخالق بشر دوست (وزیر بلدیات): جناب سپیکر! جو قرارداد پیش کی گئی ہے یہ ایک بہتر قرارداد ہے لیکن میں اس کے ضمن میں ایک اور بات کرنا چاہونگا وہ یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ بلوچستان میں پی آئی اے کی پروازیں پہلے سے بھی کم ہیں۔اوراس کے علاوہ پچھلے سیشن میں شیخ جعفر خان صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔جناب! کوئٹہ سے ژوب اور ژوب سے ملتان ،ڈی آئی خان اور اسلام آباد کے لئے جو پی آئی اے کی پرواز تھی 09/11 کے بعد اُس کو بند کردیا گیا ہے اور اُس وقت بھی دوسرے علاقوں میں جو فوکر فلائٹ کو گراؤنڈ کیا گیا تھا اب ان کو دوبارہ چالو کیا گیا ہے۔لہٰذا میں اس ایوان کے توسط سے یہ مطالبہ کرنا چاہتا ہوں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کی پی آئی اے کی فلائٹ کو دوبارہ کوئٹہ سے ژوب اور ملتان ،ڈی آئی خان اور اسلام آباد کیلئے شروع کی جائے۔لہٰذا میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ مطالبہ کرونگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گزشتہ اجلاس میں میں نے باقاعدہ رولنگ دے دی تھی جی۔

وزیر پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ: محترم سپیکر صاحب! میں اس قرارداد کے حق میں بولنا چاہتی تھی یہ قرارداد لائی گئی ہے اس وقت بلوچستان کے جتنے بھی ملازمین ہیں اُن میں انتہا سے زیادہ بے چینی پائی جاتی ہے کہ

سوئی گیس کے، سوئی گیس یہ ایک اہم اہمیت نوعیت کا ادارہ ہے ویسے بھی عموماً دیکھا جائیں تو گیس بلوچستان سے نکلتی ہے لیکن بلوچستان میں ابھی تک بہت سے ڈسٹرکٹ ایسے ہیں وہاں گیس ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ جتنے بھی ہمارے اداروں کے ہیڈز ہیں وہ بھی تقریباً یہاں سے نمائندگی نہیں رکھتے ہیں اور نا وہ اس لیول کا درد رکھتے ہیں جو کہ بلوچستان کے لوگ feel کر رہے ہیں۔تو اس سے زیادہ احساس کمتری بڑھ رہا ہے اُس میں مزید یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ ان ملازمین کی بحالی کے تمام صوبوں میں حکمنامے جاری ہو چکے ہیں۔اور آج میرے خیال میں پریس کانفرنس میں صدر صاحب سے بھی یہ question ہوا تھا کہ جی بلوچستان کے لوگوں کے یہ حکمنامے جاری نہیں ہوئے ہیں اور آج بھی آپ ٹی وی پر دیکھیں جیو، ایکسپریس، سماء اور جتنے بھی چینلز ہیں اُنہوں نے بلوچستان کے جتنے بھی ملازمین ہیں اس وقت وہ اُن کے سامنے شدید احتجاج کر رہے ہیں اور سڑکیں بلاک کر رہے ہیں اور یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے کہ اُن ملازمین کا آپ سوچیں کہ کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ 14/فروری کو باقی لوگوں کی بحالی کے حکمنامے جاری ہو چکے ہیں لیکن صرف بلوچستان کے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہے؟ تو اس سلسلے میں میری request ہے ایوان سے کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور اس حوالے سے منظور کیا جائے کہ ہمیشہ یہ دیکھنے میں آیا ہے چاہے پی آئی اے کی بات ہے چاہے ریلوے کی بات ہے چاہے سوئی گیس کے محکمے کی بات ہے لیکن بلوچستان کے حوالے سے ہر چیز بہت ہی late پہنچتی ہے۔بے شک ہمارا صوبہ دوسرے صوبوں سے دور ہے لیکن میں نہیں سمجھتی ہوں کہ دلوں سے دور ہے تو ہمیں ہمارا حق تو دیا جائے جس محکمے کی بات ہوتی ہے تو میری ایوان سے پرزور درخواست ہے کہ اس معاملے میں اُن کے گھروں میں دیکھیں کتنی بے چینی پھیلی ہوئی ہے وہ لوگ خوار و زار پھر رہے ہیں روز جاتے ہیں اپنی application لیکر منسٹرز ان کے لئے سفارش کر رہے ہیں صوبائی اسمبلی سفارش کر رہی ہے اُن کو بلا کر اُن سے بات چیت کی جارہی ہے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے لیکن میری ایوان سے گزارش یہ ہے کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد منظور کی جائے؟

وزیر صنعت و حرفت: قرارداد اگر ہاؤس کی خدمت میں آجائے تو پورے ہاؤس کی property ہے تو مجھے اجازت ہے۔

جنابِ ڈپٹی سپیکر: اجازت ہے۔

وزیرِ صنعت و حرفت: شکریہ جناب سپیکر! زیر بحث قرارداد یقیناً بہت ہی اہمیت کی حامل ہے جس میں لوگوں کے روزگار کا مسئلہ ہے اس کو تو ہر صورت میں پاس ہونا چاہیئے۔ اور اس میں کوئی دورائے میرے خیال میں نہیں ہے ہاؤس کے اندر۔لیکن جناب والا! انہی کمپنیوں کی اسی قرارداد سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جو سوئی سدرن کمپنی ہے سوئی نادرن کمپنی ہے دو گیس مارکیٹنگ کمپنی ہیں پاکستان کے۔ اور جناب والا! حق تو یہ ہے کہ یہ تمام اخراجات بلوچستان کی گیس سے لیئے جاتے ہیں او راس کے بعد جی ڈی ایس کی مد میں جو کچھ ہوتا ہے وہ پھر فارمولے کے تحت صوبوں کوملتا ہے۔ جناب والا! جہاں ان کے اثاثے ہیں یہ دونوں کمپنیوں کے اثاثے ہیں وہ بھی ہماری گیس سے ہی ان کے پاس آئے ہیں او راس وقت ان کے پاس جو اُن کو return آرہا ہے اپنے assests پر 17% ان کے جتنے اثاثے ہیں return ان کو آرہا ہے۔ وہ بھی ہماری وجہ سے آرہے ہیں لیکن جناب! افسوس کی بات یہ ہے کہ اگر ان کے ملازمین کی تعداد ہم دیکھیں تو ہزار میں سے شاید تیس یا چالیس بلوچستان سے ہوایک پرسنٹیج کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں اور زیادہ تر تعداد جناب والا! اُن کا تعلق دوسرے صوبوں سے ہے۔ ایک تو ہمارے ساتھ یہ زیادتی پھر جناب والا! جو رکھے گئے اُنکو بھی نکال دیا گیا ہے۔ تو اس کے علاوہ اُنہوں نے کہیں پر investment مثلاً اسلام آباد میں جو عوامی مرکز ہے وہ گیس کمپنیوں کے پیسے سے ہی بنایا گیا ہے اُس وقت ہمارا claim یہ تھا کہ یہ عوامی مرکز بلوچستان گورنمنٹ کا ہے اس کو بلوچستان گورنمنٹ کے حوالے کیا جائے ۔لیکن اس پر ابھی تک خاموشی ہے اس کو چھوڑ کر جناب والا! ایک وزیر اعظم بیرونی دورے پر امریکہ گیا او ردس کروڑ روپے اُس کے اخراجات بھی انہی کمپنیوں سے لئے گئے اوراگر حقیقت میں دیکھا جائے وہی پیسے تھے جو ہمارے جی ڈی ایس سے منہا ہوتے ہیں۔تو جناب والا! یہ تو بہت ہی زیادتی ہے میری تو گزارش یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی قرارداد لے آئیں جو ان کے اثاثے ہیں اُن پر بھی ہم اپنا claim جو کہ واقعی ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ اثاثے بلوچستان کے ہیں تو انشاء اللہ وہ بھی ہم لے آئیں گے شکریہ جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد منظور کی جائے؟

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد منظور ہوئی۔اب اسمبلی کا اجلاس مورخہ 30/مارچ 2009ء بروز سوموار بوقت 5 بجے شام تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 6 بجکر 25 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)